www.emarsiya.com

	مرثیہ ۱	
جب بادبانِ کشتیِ شاہِ اُمم گرا گھوڑے سے واں برادرِ عالی ہمم گرا		یعنی زمیں پہ فوجِ خدا کا علم گرا یاں فاطمہؑ کے لال پہ کوہِ اَلم گرا
صدمہ ہوا یہ دل پہ امامِ انام کے		خم ہو گئے کلیجے کو ہاتھوں سے تھام کے
بجتا تھا واں سپاہ میں نقارۂ ظفر بیٹھے تھے فرشِ خاک پہ سلطانِ بحر و بر	۲	ماتم تھا نوجوانِ عباسؑ کا ادھر اکبرؑ کھڑے تھے سامنے چپکے جھکائے سر
پاسِ ادب سے شاہ کے کچھ کہہ نہ سکتے تھے		چہرہ تھا سُرخ آنکھوں سے آنسو ٹپکتے تھے
اعدا پکارتے تھے کہ یا شاہ دیں پناہ عباسؑ سا تو اب کوئی ہوگا نہ خیر خواہ	۳	باقی ہے کوئی اور کہ بس ہو چکی سپاہ بھیجو کسی کو جلد کہ ہم دیکھتے ہیں راہ
چُنتے دو گل پسر کو شہادت کے باغ سے		کب تک بچائیے گا کلیجے کو داغ سے
دُنیا سے کوچ کر گئے عباسؑ نامدار حضرت کا شکر و صبر ہے عالم پہ آشکار	۴	اب لے چراغ ہے لحدِ شیر کردگار مثلِ خلیلؑ کیجیے فرزند کو نثار
آہیں نہ بھریے پیٹ کے سر کو نہ روئیے		جب جانیں ہم کہ کھو کے پسر کو نہ روئیے
بھائی کا داغ اور ہے داغِ پسر ہے اور قوّت بدن کی اور ہے نورِ نظر ہے اور	۵	بازو کا درد اور ہے اور دردِ جگر ہے اور سینے کا زخم اور ہے دردِ کمر ہے اور
گر صبر ہے تو گود کے پالے کو بھیجیے		نیزوں میں اپنے گیسوؤں والے کو بھیجیے
دشوار ہے اگر غمِ فرزند نوجواں مشتاق تیر ہیں تبر و خنجر و سناں	۶	مرنے کو آپ آئیے اے قبلۂ زماں جان اپنی دیجیے جو ہے پیاری پسر کی جاں
اصغرؑ سے کچھ غرض ہے نہ اکبرؑ سے کام ہے		ہم کو تو آپ کے سرِ انور سے کام ہے
حضرت نے مسکرا کے نظر کی سوئے پسر فرمایا کیا ارادہ ہے اے غیرتِ قمر	۷	نعلینِ عرش سا پہ جھکا یا پسر نے سر کی عرض اذن دیجیے یا شاہِ بحر و بر
عباسؑ کے فراق نے مارا غلام کو		بس اب نہیں ہے صبر کا یارا غلام کو
شہ نے کہا خوشی ہے بہر حال خاکسار پر میں نہ دوں گا رخصتِ میدانِ کارزار	۸	تم سے جو تُو پسر ہوں تو اس راہ میں نثار اس امر میں تمہاری پھوپھی کو ہے اختیار
راضی ہوں وہ تو داغ انھیں دیکھے جایئے		بالا ہے جس نے اس سے رضا لے کے جایئے
روکوں گا میں تمھیں یہ نہ کیجو کبھی خیال صدقے ہے نورِ عین تصدق ہے جان و مال	۹	صابرِ خدا کی راہ میں ہے فاطمہؑ کا لال طفل و جوان و پیر کا حافظ ہے ذوالجلال
مال کون باپ کون عطا کبریا کی ہے		اولاد ہے تو کیا ہے عنایت خدا کی ہے

www.emarsiya.com

۱۰
سو طرح کا ملال ہوا میں نے کچھ کہا
بھائی کا انتقال ہوا میں نے کچھ کہا
بے جاں حسنؑ کا لال ہوا میں نے کچھ کہا
سب باغ پائمال ہوا میں نے کچھ کہا
آنکھوں کا نور جائے کہ گھر بے چراغ ہو
حاضر دل و جگر ہے تمھارا بھی داغ ہو

۱۱
خیمے میں آئے روتے ہوئے اکبرؑ حزیں
اک آہ سرد بھر کے یہ بولا وہ مہ جبیں
چھاتی لگایا ماں نے پھوپھی نے بلائیں لیں
نرغے میں ظالموں کے اکیلے ہیں شاہ دیں
روتے ہیں غیر سیدِ والا کے حال پر
اماں مقام رحم ہے بابا کے حال پر

۱۲
اعدا کا ظلم، بھائی کا غم، تین دن کی پیاس
اب میں ہوں اور کوئی نہیں شاہ دیں کے پاس
بازو شکستہ، ضعف بصارت، ہجوم یاس
اس پر بھی اضطراب نہیں کچھ زہے حواس
گھیرے ہیں سب امام غریب الدیار کو
تنہا کھڑے ہیں تولے ہوئے ذوالفقار کو

۱۳
تنہا کہاں امام، کہاں وہ ہجوم عام
فریاد ہے کوئی نہیں آتا ہمارے کام
میں یاں ہوں اب تو اور بڑھی ہوگی فوج شام
مٹتا ہے صفحۂ دو جہاں سے پدر کا نام
مظلوم باپ آنکھوں کے آگے ہلاک ہو
بیٹا جوان ہم سا نہ پیوند خاک ہو

۱۴
تقدیر نے کیا نہ شہادت سے بہرہ یاب
ہم بھی نہیں اگر نہیں فرزند بوتراب
اچھا مریں گے بعد شہِ آسماں جناب
ذرہ کہاں غروب ہوا جب کہ آفتاب
دنیا کا نور نیرِ اعظم کے ساتھ ہے
اپنی تو زندگی شہِ عالم کے ساتھ ہے

۱۵
جب گھر لٹا تو شوکتِ شاہانہ پھر کہاں
اندھیر جب ہو روشنیٔ خانہ پھر کہاں
صاحب نہ ہو تو رونقِ کاشانہ پھر کہاں
گل ہو گئی جو شمع تو پروانہ پھر کہاں
ہم ہوں جہاں میں دلبرِ ختمِ رسل نہ ہو
بلبل کی زندگی کا مزا کیا جو گل نہ ہو

۱۶
دنیا سے جلد ہم کو اٹھا لے ہمارا رب
صدقے ہوں غیر سبطِ نبیؐ کے قدم پہ سب
آغوشِ قبر میں ہو الٰہی ہمیں یہ شب
بیٹا مدد نہ کر سکے بابا کی ہے غضب
مانع ہیں آپ اور پھوپھی سدِ راہ ہیں
میرا قصور کچھ نہیں زہراؑ گواہ ہیں

۱۷
مجھ کو تو آرزو ہے کہ سر کو فدا کروں
سر سے حقوقِ والدِ ماجد ادا کروں
راہِ خدا میں فوج سے تنہا وغا کروں
مالک مرے اگر نہ رضا دیں تو کیا کروں
واں اقتلوا الحسینؑ کا اعدا میں شور ہے
پر کچھ ہمارا پالنے والوں سے زور ہے

۱۸
تم دونوں صاحبوں سے مرے اب ہیں ذو سوال
رکھ لیجے آبروئے پسر بہر ذوالجلال
اوّل تو یہ کہ دیجے مجھے رخصتِ جدال
آگے مرے شہید نہ ہو فاطمہؑ کا لال
للہ ہاتھ اٹھائیے اب نورِ عین سے
اماں ہمیں عزیز نہ کیجے حسینؑ سے

www.emarsiya.com

ہے دوسری یہ عرض جو رخصت نہیں قبول	۱۹	جلدی ہو کر بلا سے روانا یہ دل ملول
یثرب سے کیا علاقہ ہے بطحا سے کیا حصول		نے جائیں گے نجف نہ سوئے روضۂ رسول
جنگل کی راہ لیں گے گریباں کو پھاڑ کے		کافی ہیں منہ چھپانے کو دامن پہاڑ کے
پوچھیں جو دوستانِ مدینہ مری خبر	۲۰	کہہ دیجیو نہ آئیں گے اب وہ کبھی اِدھر
صدقے امامِ دیں پہ ہوئے سارے نام در		کچھ اُن سے ہو سکی نہ مددگاریٔ پدر
بستی بسا کے رن میں شہِ کربلا رہے		کہنے سے منہ چھپا کے وہ جنگل میں جا رہے
رونے لگا یہ کہہ کے جو وہ چودہویں کا ماہ	۲۱	بنتِ علیؑ کی آنکھوں میں دنیا ہوئی سیاہ
بھاوج کے منہ پہ یاس سے زینبؑ نے کی نگاہ		گردن ہلا کے ماں نے بھری ایک سرد آہ
بنتِ علیؑ تو خاک پہ تھرا کے گر پڑی		بانو پسر کے پاؤں پہ غش کھا کے گر پڑی
ان کو اُٹھا کے خاک سے رونے لگا پسر	۲۲	بیٹے کے گرد پھر کے یہ بولی وہ نوحہ گر
مجھ کو بھی لے لو ساتھ جو منظور ہے سفر		زینب پکاریں چھوڑ کے ہم کو چلے کدھر
اچھا رضا حسینؑ سے لے لو تو جایئو		کاندھا ہمارے جنازے کو دے لو تو جایئو
کیوں پالنے کا حق یہی ہوتا ہے میں نثار	۲۳	اللہ واری بھول گئے سب ہمارا پیار
قدرت خدا کی اب نہیں کچھ ہم کو اختیار		بن بیاہے تم ابھی تو ہو اے میرے گلعذار
سہرا دکھا کے مادرِ غم کو چھوڑیو		آگے دلہن تو صدقے گئی ہم کو چھوڑیو
مرتے ہیں اشتیاق میں وہ دن خدا دکھائے	۲۴	یہ وائی اپنے ہاتھ سے دولھا تمہیں بنائے
غل ہو کہ لو حسینؑ بہو گھر میں بیاہ لائے		اچھا نہ ہم سے آنکھ ملانا دلہن تو آئے
جیتے ہیں گر تو حسرتِ دل یوں نکالیں گے		اب ہم تمہاری طرح سے پوتے کو پالیں گے
اک دن وہ تھا کہ سوتے تھے چھاتی پہ رات بھر	۲۵	کرتہ وہ پہنے دوڑتے پھرنا اِدھر اُدھر
یاد آتی ہیں وہ ہنسلیاں وہ کان کے گہر		یا آج تیغ ہاتھ میں ہے دوش پر سپر
غازی ہو صف شکن ہو سعادت نشان ہو		کیا کام ہم سے نام خدا اب جوان ہو
دادا کا مرتبہ دے تمہیں ربِ ذوالجلال	۲۶	قائم تمہارے سر پہ رہے فاطمہؑ کا لال
قابل ہے رحم کرنے کے واری ہمارا حال		بچپن کی دائیوں کا بھی رکھتے ذرا خیال
کس سے ہو پھر امید اگر تم سے یاس ہو		ایسا تمہیں ہمارے بڑھاپے کی آس ہو
دنیا میں کوئی شخص لگاتا ہے گر شجر	۲۷	ہوتی ہے یہ امید کہ دے گا کبھی ثمر
بالفرض یہ جہاں میں نہ پھولے پھلے گا گر		خوش ہوں گے اس درخت کے سایہ میں بیٹھ کر
کچھ تو ملے ہمیں بھی ثمر اس نہال کا		صدقے گئی ریاض ہے اٹھارہ سال کا

www.emarsiya.com

قوّت تھیں جو دل کی تھیں پارۂ جگر ۲۸ یہ بھی خبر نہیں مجھے کب مر گئے پسر
لاشیں بھی گھر میں آئیں تو پہچانہ میں نے سر میں کہتی تھی جیے یہ مرا غیرتِ قمر
اکبر تو ہے اگر مرے پیارے نہیں نہیں روشن ہے گھر میں چاند ستارے نہیں نہیں

باتیں یہ کر کے منھ پہ لیا گوشۂ ردا ۲۹ سر جوب سے پٹک کے کہا وا محمّدا
بس گر پڑا پھوپھی کے قدم پر وہ مہ لقا کی عرض رو کے اے پھوپھی اماں کروں میں کیا
میں بے وفا نہیں ہوں یہ روشن ہے آپ پر نرغہ ہے فوج کا مرے مظلوم باپ پر

منھ سے ہٹائیے تو ردا ہر کردگار ۳۰ اچھا نہ جائیں گے سوئے میدان کارزار
چادر ہٹا کے منھ سے یہ بولی وہ دلفگار میں کون صدقے جاؤں تمھیں کو ہے اختیار
اصغر ہو یا کہ تم ہو مجھے سب سے پاس ہے رخصت کلا کٹانے کی لو، ماں تو پاس ہے

اکبر نے ماں کے چہرۂ اقدس پہ کی نظر ۳۱ ماں نے کیا اشارا کہ اے غیرتِ قمر
تم سے پھوپھی خفا ہیں جھکا دو قدم پہ سر قربان جاؤں عذر کرو ہاتھ باندھ کر
سر کی نہ کچھ خبر ہے نہ چادر کا ہوش ہے واری یہ پالنے کی محبت کا جوش ہے

جلدی سے ہاتھ جوڑ کے بولا وہ لالہ فام ۳۲ تقصیر عفو کیجئے اے خواہرِ امام
بس اب زباں سے کچھ نہیں کہنے کا یہ غلام میری تو ماں ہیں آپ مجھے کیا کسی سے کام
بندے پہ کی ہے ماں نے یہ شفقت نہ باپ نے راتوں کو جاگ کر مجھے پالا ہے آپ نے

انصاف کیجئے کسے پیاری نہیں ہے جان ۳۳ اور وہ علی الخصوص کہ جو ہوئے نوجوان
کرتا ہے کوئی باغ جوانی کا رائگاں رد کے ہیں پیر بھی جو چھٹے گلشن جہاں
لیکن جہاں سے آج گذرنا ہی خوب ہے عزت یہ بات آئے تو مرنا ہی خوب ہے

اکبر نے یہ کلام کئے جب بہ صد ادب ۳۴ الفت کا جوش آ گیا بنتِ علیؑ کو تب
لے کر بلائیں چہرے کی بولی وہ تشنہ لب کڑھتے ہو کس لئے میں تمھیں روکتی ہوں کب
سچ ہے جہاں میں تم سا کوئی باوفا نہیں واری تمھارے سر کی قسم میں خفا نہیں

کیوں کانپتے ہو اشک ہیں آنکھوں سے کیوں رواں ۳۵ تم راست گو ہو سچ ہے تمھارا یہ سب بیاں
لو میں نے دی رضا تمھیں اے میرے نوجواں تم جانو آگے صدقے گئی یہ تمھاری ماں
یوں تو تمام گھر کو محبت ہے آپ سے کچھ ماں کا حق بھی کم نہیں ہوتا ہے باپ سے

جس شب کو رونے لگتے تھے سوتے سے چونک کر ۳۶ کودی میں لے کے تم کو یہ پھرتی تھی تا سحر
دشمن تمھارے ہوتے تھے ناخوش کبھی اگر بس جاگتا تھا اور دعائیں تھیں رات بھر
جب تم کراہتے تھے یہ غش کھا کے گرتی تھی جھولے کے گرد صورتِ پروانہ پھرتی تھی

www.emarsiya.com

آنکھیں بچھائیں ماں نے جو تم گھٹنیوں چلے	۳۷	تلووں سے اس نے دیدۂ حق بیں سدا ملے
نازوں سے، نعمتوں سے، مرادوں سے تم پلے		صدقے ہوئی کبھی تو لگایا کبھی گلے
مادر نے اپنی عمر مصیبت میں کھوئی ہے		برسوں یہ بی بی ایک ہی کروٹ سے سوئی ہے
بانو نے ہاتھ جوڑ کے زینبؑ سے یہ کہا	۳۸	صدقے گئی کنیز کی خدمت کا ذکر کیا
اس قافلہ میں آپ ہیں اب فاطمہؑ کی جا		میں نے بھی دی جو آپ نے بیٹے کو دی رضا
صدقے ہے یہ بھی صورتِ پروانہ آپ پر		پر کیا کرے کہ آج مصیبت ہے باپ پر
یہ ذکر تھا کہ آئے شہنشاہ مجرد بر	۳۹	لے لیں بلائیں بھائی کی زینبؑ نے دوڑ کر
بانو بھی روئی شہ کے قدم پر جھکا کے سر		بولی لپٹ کے بالی سکینہؑ کہ اے پدر
سنتی تھی میں کہ رن سے علمدار آتے ہیں		لوا تو گھر سے نہر پہ بھیا بھی جاتے ہیں
بانو کے منہ کو دیکھ کے حضرت نے یہ کہا	۴۰	کیوں سچ ہے تم نے بیٹے کو مرنے کی دی رضا
وہ چپ ہوئی تو بولے بہن سے شہ ہدا		کہیے پھوپی بھتیجوں میں کیا فیصلہ ہوا
راہیں سب ان کی روکنے کی بند ہو گئیں		سنتا ہوں میں کہ تم بھی رضامند ہو گئیں
ہاتھوں کو جوڑ کر علی اکبرؑ نے عرض کی	۴۱	اماں نے بھی رضا ہمیں دی اور پھوپی نے بھی
زہراؑ کی وہ بہو ہیں تو یہ دخترِ علیؑ		آقا سوال رد نہیں کرتے کبھی کسی
رویا جو یہ تو ماں نے گلے سے لگا لیا		مرنے کا اذن دے کے پھوپھی نے جلا لیا
عاشق ہیں یہ حضور کی یا شاہِ نامدار	۴۲	مجھ سے ہوں تجھ پہ سو تو کریں آپ پر نثار
دیکھی ہیں کس نے بیبیاں ایسی فلک وقار		وہ ہاجرہؑ کا فخر یہ مریمؑ کا افتخار
سب فاطمہؑ کا صبر ہے خو ہو تو ایسی ہو		بیٹی ہو اس طرح کی بہو ہو تو ایسی ہو
ماں نے کہا پسر کی فصاحت تو دیکھیے	۴۳	نام خدا زباں کی طاقت تو دیکھیے
زینبؑ یہ بولیں ذہن کی جودت تو دیکھیے		ہر بات میں ثبوت اجازت تو دیکھیے
کیا بات بھائی ان کی بھلا بول چال کی		گویا زباں ہے مصحفِ ناطق کے لال کی
رومال رکھ کے آنکھوں پہ بولے امامِ دیں	۴۴	تم دو گی رخصت ان کو مجھے یہ نہ تھا یقیں
سچ ہے اجل سے کچھ کسی انساں کا بس نہیں		آیا تھا اتنی عمر ہی لے کر یہ مہ جبیں
بے جا ہے رونا جو یہ طالبِ رضا کے ہیں		اے بنتِ فاطمہؑ یہ کرشمے قضا کے ہیں
آیا بنائے ہستیِ انساں میں جب خلل	۴۵	رونا ہے بے حصول کہ ہے سعی بے محل
جاتا ہے کوئی آج جہاں سے تو کوئی کل		روؤ کہ خاک اڑاؤ نہیں چھوڑتی اجل
نے فاطمہؑ رہیں نہ امیرِ عرب رہے		ہم مثل جن کے یہ ہیں وہ دنیا میں کب رہے

www.emarsiya.com

رو کر کہا پسر سے کہ اچھا سدھاریے	۴۶	پوشاک تو پہنیے یہ کپڑے اُتاریے
زینبؑ سے بولے ہاتھ نہ سینے پہ ماریے		شانہ منگا کے گیسوئے اکبرؑ سنواریے
لے آؤ مصطفیٰؐ کی قبا ان کے واسطے		خلعت رکھا تھا ہم نے اسی دن کے واسطے
آنسو بہا کے باتوں سے ناشاد نے کہا	۴۷	پروان آج چڑھتا ہے صاحب یہ مہ لقا
لاؤ عمامہ شبِ معراج مصطفیٰؐ		ارمان تھا بہت تمھیں اکبرؑ کے بیاہ کا
جاتے ہیں برچھیوں میں انھیں دیکھ بھال لو		دولھا بنا کے بیاہ کی حسرت نکال لو
کشتی میں لائی بنتِ علیؑ بیاہ کا لباس	۴۸	اکبرؑ یہ ہاتھ جوڑ کے بولے بہ درد و یاس
کپڑے تو یہ نہ پہنوں گا میں اے فلک اساس		تازہ ابھی ہے ماتمِ عباسؑ حق شناس
ہیں سوگوار ہاتھ میں رومال دیجیے		گودی میں لا کے شالِ عزا ڈال دیجیے
محتاج قبر ہے ابھی لختِ دلِ حسنؑ	۴۹	عُریاں پڑے ہیں عونؑ و محمدؑ سے گلبدن
ہم کس طرح سے پہنیں یہ شادی کا پیرہن		عباسؑ نامدار نے پایا نہیں کفن
بھائی کے غم میں چاک گریباں ہے شاہ کا		مر کر کفن ملے یہی جوڑا ہے بیاہ کا
تڑپی یہ سن کر زوجۂ عباسؑ نامور	۵۰	قاسمؑ کی ماں پکاری کہ ہے ہے مرے پسر
اکبرؑ نے آہ سرد بھری اک جھکا کے سر		بیٹوں کے غم سے ہل گیا زینبؑ کا بھی جگر
فریاد شاہ دیں کی صدا تا فلک گئی		حمو کا حال سن کے سکینہؑ بلک گئی
جب بہرِ جنگ اکبرؑ شیریں سخن چلے	۵۱	بانو پکاری اے مرے گل پیرہن چلے
واری اُجاڑ کر کے ہمارا چمن چلے		پیچھے جواں پسر کے امامِ زمن چلے
پردہ اُٹھا جو خیمۂ گردوں پناہ کا		اک برج سے طلوع ہوا مہر و ماہ کا
خدام تازیِ علیؑ اکبرؑ کو در پہ لائے	۵۲	آنکھوں سے اشک قبلۂ کونین نے بہائے
ہاتھوں کو جوڑ کر علیؑ اکبرؑ قریب آئے		چلائے شہ کہ چھوڑ چلے ہم کو ہائے ہائے
اللہ کتنا شوقِ شہادت ہے آپ کو		دو چار گام ساتھ تو چلنے دو باپ کو
دیتا ہے کوچ کرتا ہے تم سا جواں پسر	۵۳	اے لال قبر تک تمھیں پہونچا تو دے پدر
جھک کر قدم کے سمت یہ بولا وہ نامور		تکلیف ہوگی آپ کو یا شاہ بحر و بر
رونے کو ضبط کیجیے جگر کو سنبھالیے		ناموس نکلے آتے ہیں گھر کو سنبھالیے
شہ نے کہا کہ تم نہ ہوئے جب تو گھر کہاں	۵۴	بیٹا نہ ہو تو لطفِ حیاتِ پدر کہاں
ہے وقت تم کو روئیں نہ ایسا جگر کہاں		خود بے خبر ہیں ہم کو کسی کی خبر کہاں
گھر تھامے کون تم تو کمر توڑے جاتے ہو		ہم کو سنبھالنے کو کہے چھوڑے جاتے ہو

www.emarsiya.com

فرزند نے جو روح محمدؐ کی دی قسم منھ دیکھ کر پسر کا یہ بولے بہ چشم نم پھر اس طرف کی راہ اُدھر جا کے بھیجو	۵۵	بس تھر تھرا کے بیٹھ گئے قبلۂ اُمم اچھا سدھارو خیر نہ جائیں گے ساتھ ہم مر جائیں ہم تو جلد خبر آ کے بھیجو
روتا ہوا بڑھا سوئے گلگوں وہ گلبدن گھوڑا سجا ہوا تھا بہادر کا یا دُلہن آہو خجل تھے کبکِ دری کو حجاب تھا	۵۶	گویا چڑھے براق پہ محبوبِ ذوالمنن ہر گام پر دکھاتا تھا طاؤس کا چلن دریا پہ موج تھی تو ہوا پر عُقاب تھا
ہویدا عجب شکوہ سے رن میں وہ مہ جبیں آئے رسولِ حق، یہ ہر اک کو ہوا یقیں تصویر سر سے تا بہ قدم مصطفےٰؐ کی ہے	۵۷	کوسوں فروغِ حسن سے روشن ہوئی زمیں غل تھا یہ نوجواں تو ہے یوسفؑ سے بھی حسیں اِس حُسن کے بشر بھی ہیں قدرت خدا کی ہے
مثلِ کماں کشیدہ ہیں ابرو ئے بے نظیر سر بر نہ ہونے دیں گے عدو کو مژہ کے تیر قربان چشمِ سُرمہ کشیدہ کی شان پر	۵۸	ارجن بھی جس سے ہم کے ہو جائے گوشہ گیر ہیں اس کمان و تیر پہ قرباں جوان و پیر چلّہ چڑھا ہوا ہے کیانی کمان پر
ہے جلوۂ جبینِ مبیں چاند سے دو چند زیبا ہے اختروں کو جو گردوں کرے پسند ہے عین راستی پہ کجی دل نواز ہیں	۵۹	گیسوئے مشک بیز ہیں یا عنبریں کمند پایا ہے ابروؤں نے عجب رتبۂ بلند آنکھوں پہ کیوں جگہ نہ ملے سرفراز ہیں
آنکھوں کو عین کعبہ سمجھتے ہیں حق پرست صانع نے کر دیا صفِ مژگاں کا بند و بست مردم میں روشنی ہے اسی نورِ عین سے	۶۰	کیفیتِ رحیقِ محبت سے ہیں یہ مست عینُ الکمال سے انھیں ہو نچے نہ تا شکست دیکھے کوئی ان آنکھوں کو چشمِ حسینؑ سے
ہم شکل ہیں جنابِ رسالت مآبؐ کے گیسو ہیں یا ہیں ماہ پہ لپٹے سحاب کے دونوں سے نور میں مہ و خورشید ماند ہیں	۶۱	کہتا ہے حُسن خود کہ نثار اس شباب کے رخسار ہیں کہ پھول کھلے ہیں گلاب کے زلفیں گواہ ہیں کہ اندھیرے کے چاند ہیں
گلزارِ حسن سے کوئی دیکھے دہن کا رنگ شرمندہ ہے لبوں سے عقیقِ یمن کا رنگ بلبل بھی مدح خواں دہنِ مرتضیٰ کی ہے	۶۲	اُڑتا ہے غنچۂ دہنِ یاسمن کا رنگ رنگیں بیاں ہیں سب سے جدا ہے سخن کا رنگ غنچے سے پھول جھڑتے ہیں قدرت خدا کی ہے
اللہ رے نورِ گوہرِ دندانِ آبدار الماس صدقے حاصلِ بحرِ عدن نثار دولت ملی ہے اکبرِ شیریں مقال کو	۶۳	بجلی چمک رہی ہے بدخشاں میں بار بار ہیں گوہرِ خزینۂ محبوبِ کردگار ان موتیوں سے عشق ہے زہرا کے لال کو

www.emarsiya.com

روشن ہے دخت گردنِ نازک کے نور سے موتی دکھاتے ہیں یدِ بیضا کو دور سے گردن بھی بے عدیل گلا بے مثال ہے	۶۴	نی اور واقعی فزوں ہے ضیا شمعِ طور سے شیشہ بھرا ہوا ہے شرابِ طہور سے گر کہیں ہے تو گریباں ہلال ہے
ظاہر ہیں ان کے ہاتھوں کی زور آزمائیاں سر کی ہیں دم میں بدر و اُحد کی لڑائیاں بالا رہا ہے سب سے جہاں میں علیؑ کا ہاتھ	۶۵	مثلِ علیؑ کریں گے صفوں کی صفائیاں زورِ یدِ الٰہی سے بھری ہیں کلائیاں پہونچے یہ واں جہاں نہیں پہونچا کسی کا ہاتھ
سینہ خزینۂ کرم و عدل و داد ہے جو طب و یابس اس میں ہے سب اِن کو یاد ہے دولت جو نوح کی ہے منھ میں اِن کے ہے	۶۶	ہاں لا کلام مصحفِ ربِّ عباد ہے ایمان جانتا ہے جو خوش اعتقاد ہے جو طور پر ضیا تھی وہ سینے میں اِن کے ہے
وہ سینہ جس کا مصحفِ اکبرؑ شبیہ ہے بیداد برچھیوں کی جو تیروں کا بر سے مینھ دندانے آنکھیں ملتے ہیں دستِ نقیہ پر	۶۷	نیزے لگائیں اس پہ لعیں سب غضب ہے یہ سوراخ ہو بدن کی قبا صورتِ زرہ کیا ہاتھ تھے اُٹھے جو نبیؐ کی شبیہ پر
کس طرح کوئی وصفِ سراپا کرے رقم قطرہ کہاں، کہاں صفتِ قلزمِ کرم یاں سب تعلیاں شعرا کی فضول ہیں	۶۸	جلوہ خدا کے نور کا ہے سر سے تا قدم موری ضعیف مدحِ سلیمانِ ذی حشم بس خاتمہ ہوا کہ شبیہ رسولؐ ہیں
اس شان سے کھڑے ہیں علی اکبرؑ جواں کہتا ہے ابنِ سعدِ ستمگارِ سخت جاں صدمہ سفارقت کا امامِ زماں پہ ہو	۶۹	اور اُس طرف کھلے ہوئے ہیں فوج کے نشاں شبیرؑ کے چراغ کو جلدی بجھاؤ ہاں دیکھیں حسینؑ اور برِ اکبرؑ سناں پہ ہو
کہتی ہے فوج سب کہ خدا سے ڈر اے امیر حاکم کے گر عتاب کا ڈر ہو نہ اے شریر دنیا میں دوسرا کوئی تجھ سا شقی نہیں	۷۰	چہ پارہ ارے شانہ یہ تصویرِ بے نظیر اس کے قدم پہ جا کے گریں سب جوان و پیر بتلا یہ کون ہے جو ہمارا نبیؐ نہیں
تیرے ہمارے بیچ میں ہے روئے مصطفیٰ قامت ہے صاف قامتِ دلجوئے مصطفیٰ سب روشنی جمالِ رسولِ زمن کی ہے	۷۱	کھا تو قسم نہیں ہے یہ گیسوئے مصطفیٰ ایسے نہ تھے ملے ہوئے ابروئے مصطفیٰ جنگل بسا ہوا ہے یہ بوسِ بدن کی ہے
کیوں ایسے امرِ زشت کا ہو مرتکب بشر آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ہیں سیدالبشر بیشک کرم کیا ہے رسالت پناہؐ نے	۷۲	ایماں کا جس میں خوف ہو اور آبرو کا ڈر اُترا ہے آسماں سے ملک وہ نہیں ہیں گر تجھ کو تو کور کر دیا ہے حبِّ جاہ نے

www.emarsiya.com

کہنے لگا یہ تب رُو سیاہ سے وہ فتنہ گر
ہوتا نہ تھا مگس کا تنِ پاک تک گذر
ہوتا تھا دھوپ میں جو گذر اُس جناب کا

مجھ سے نشانِ خیر دَرا سُن لو سر بسر
سایہ کبھی نہ جسم کا پڑتا تھا خاک پر
رہتا تھا فرق پاک پہ سایہ سحاب کا

۷۴
جس راہ سے گذرتے تھے پیغمبرِ زماں
محبوبِ کبریا ہیں ارم میں، یہاں کہاں
محبوبِ کبریا نہیں کوئی ملک نہیں

پھولوں کی تین روز مہک رہتی تھی وہاں
اکبرؑ ہے یہ حسینؑ کا فرزندِ نوجواں
ہم صورتِ رسولؐ ہیں کچھ اِس میں شک نہیں

۷۵
بالفرض وہ نبی ہے تو پھر تم کو خوف کیا
اکثر بہادروں نے رسولوں سے کی وَغا
درپے رہے جنابِ رسالت پناہؐ کے

فرمان جو امیر کا، حاکم کی جو رضا
پتھر سے توڑے گوہرِ دندانِ مصطفےٰ
تلوار ماری فرق پہ شیرِ الٰہؑ کے

۷۶
اسلام کس کو کہتے ہیں ایماں ہے کس کا نام
دشمن کی مدح واہ پہ ہے کون سا کلام
اگر یوں کرو گے رحم ہراک نور عین پر

بندے ہیں زر کے ہم کو نہیں کچھ کسی سے کام
ہوتی ہے دیر جاؤ یہ قصّہ کرو تمام
کیوں کر چھری پھراؤ گے حلقِ حسینؑ پر

۷۷
اکبر کو غیظ آ گیا سنتے ہی یہ کلام
یہ کیا کلام کرتا ہے تو اے نمک حرام
ان کے قدم پہ جنّ و بشر جان دیتے ہیں

دی ابنِ سعد کو یہ صدا تو نے کر حرام
بیجو زباں سے پھر نہ امامِ اُمم کا نام
نامِ حسینؑ صلِ علیؑ کہہ کے لیتے ہیں

۷۸
سن کر صدائے شیر ہٹا فوج سے تمر
صفدر نے لی نیام سے تیغ قضا نظیر
بجلی عیاں ہوئی غضبِ کردگار کی

یاں سے بڑھے تھے یہ کہ چلے اُس طرف سے تیر
سمٹی زمیں لرزنے لگا آسمانِ پیر
یاد آ گئی ہراک کو چمک ذوالفقار کی

۷۹
پڑھ کر رجز دلیر در آیا سپاہ میں
ہل چل ہوئی جری جدھر آیا سپاہ میں
بجلی خدا کے قہر کی تھی یا حسامؑ تھی

گویا جھپٹ کے شیرِ نر آیا سپاہ میں
خیبر کا معرکہ نظر آیا سپاہ میں
پہلے ہی وار میں صفِ اوّل تمام تھی

۸۰
دوزخ میں ناریوں کے پرے پیش و پس گئے
آگے گئے سوار تو پیچھے فرس گئے
چھایا تھا ابرِ غم سیہ بدصفات پر

پانچ اس طرف پہونچ نہ چکے تھے کہ دس گئے
جب برقِ تیغ کوندگئی سر برس گئے
غل تھا کہ اولے پڑتے ہیں کشتِ حیات پر

۸۱
جوہر شناسِ تیغِ زباں منھ اِدھر کریں
دشمن ہزار سینے کو اپنے سپر کریں
جیتوں میں ذوالفقار کی سب آب و تاب ہے

تیری کو حرف حرف کی بدّ نظر کریں
مصرعے وہ جانگداہیں کہ ٹکڑے جگر کریں
بین السطور تیغِ حسینی کی تاب ہے

www.emarsiya.com

در پے تھی سرکشوں کے جو وہ تیغِ جانستاں ترکش سے تیر بھاگتے تھے تیر سے کماں یارا عقاب تیر کو پرواز کا نہ تھا	۸۲	آگوشوں سے تھی بلند صدائے اماں اماں گردن سے سر، رگوں سے لہو اور بدن سے جاں رن میں کہیں نشاں قدر انداز کا نہ تھا
قبضہ ہر ایک تیغ سے ہر تن سے سر لیا ڈھالوں سے پھول لے گئے پھولوں سے زر لیا ہر حصولِ جزیہ جو وہ تیغ تل گئی	۸۳	برچھی سے پھل تو زینِ فرس سے تبر لیا اپنا خراج تیغ نے اُن سب سے بھر لیا اک اک گرہ بندھی ہوئی نیزے کی کھل گئی
ترکش وہ جن کو جانتے تھے سب اجل کا گھر ہر اک عقابِ تیر کے ٹوٹے ہوئے تھے پر اس جنگ میں دہن کو نہ سوفار کھولے تھے	۸۴	کاٹے ہوئے پڑے تھے وہ ریتی پہ سر بسر طاقت نہ تھی کہ شاخِ کماں تک کریں گذر طائر ڈرے ہوئے تھے کہ منقار کھولے تھے
سر لوٹتے تھے برچھیوں والوں کے ہر طرف پامال تھے سوار رسالوں کے ہر طرف خاطر نشاں نہ تھی کسی آفت نشان کی	۸۵	ٹکڑے پڑے تھے دشت میں بھالوں کے ہر طرف پرکالے اُڑتے پھرتے تھے ڈھالوں کے ہر طرف انبار تھیں کٹی ہوئی شاخیں کمان کی
جی سُن سنا گئے وہ جدھر سن سے آ گئی جلتے ہوئے کباب کی بو تن سے آ گئی کچھ واں فقط نہ فوج ہی آفت رسیدہ تھی	۸۶	گویا سموم، کوہ کے دامن سے آ گئی چمکی تو الاماں کی صدا رن سے آ گئی خوں میں زمیں بھی صورتِ بسمل طپیدہ تھی
ثابت نہ تھے بدن پہ کسی تیغ زن کے ہاتھ سب تھک گئے مگر نہ تھکے صف شکن کے ہاتھ لہو نچا تھا ہاتھ ہاتھ جو دستِ خدا کا زور	۸۷	اُڑتا تھا سر جسے یہ لگاتے تھے تن کے ہاتھ وہ معرکہ رہا اُسی کل پیرہن کے ہاتھ ہر ضرب میں دکھا دیا خیبر کشا کا زور
رن میں جمے تھے دلبرِ ضرغام دیں کے پاؤں دہشت سے اُٹھ گئے تھے سیاہِ لعیں کے پاؤں جس دم وہ حربِ ضرب اسے یاد آتی ہے	۸۸	سچ ہے کہیں اُکھڑتے ہیں رکنِ کہیں کے پاؤں تھمتے نہ معرکے میں جو ہوتے زمیں کے پاؤں یہ زلزلہ نہیں ہے زمیں کانپ جاتی ہے
دب کر سوار، شام کے لشکر کے رہ گئے رد میں کہاں کی دھیر تن دسر کے رہ گئے تنہا نہ ریت پر کسی ناکس کی لاش تھی	۸۹	خالی صفوں میں سرد نفس بھر کے رہ گئے ہر چند سنگ دل تھے پہ مر مر کے رہ گئے اک اک شقی کی لاش پہ دس دس کی لاش تھی
سر سے عدو کے خود جدا، تن سے سر جدا سینے سے بیلیاں تو شکم سے کمر جدا ٹکڑے تھے عضو قطع تھا جامہ حیات کا	۹۰	شانوں سے ہاتھ، ہاتھ سے تیغ و سپر جدا گھٹنوں سے ہر دو پائے ضلالت اثر جدا عالم مرکبات میں تھا مفردات کا

www.emarsiya.com

جس پر چلی وہ تیغ فنا ہو کے رہ گیا
بڑھکر تھے تو حشر بپا ہو کے رہ گیا
تھا ایک ہاتھ میں سرِ اسوار زین پر

۹۱

سر تن سے جسم سر سے جدا ہو کے رہ گیا
گردن سے تا کمر کوئی، لا، ہو کے رہ گیا
رہوار کی کٹی ہوئی گردن زمین پر

سرسبز سب پہ تھا شجرِ گلشنِ رسولؐ
گرتے تھے بار بار یہی تھا ثمر حصول
زہرا کا باغ اُجاڑ کے راحت سے سوئے تھے

۹۲

تھے زرد مثلِ برگِ خزاں دیدہ سب ببول
برچھی سے پھل کمان سے شاخیں سپر سے پھول
آخر اُگے نہ سب وہی کانٹے جو بوئے تھے

لکھتا ہے اُدھمِ قلم اب سرعتِ عقاب
پستی میں سیل ہے تو بلندی میں ہے سحاب
اڑنے میں اِس فرس کو پرندوں پہ ادج ہے

۹۳

نعل اس کے ماہ نو ہیں تو سُم رشکِ آفتاب
سرعت میں برقِ گرم روانی میں جوئے آب
اک شور تھا قدم نہیں دریا کی موج ہے

افزوں ہے زلفِ حور سے خوشبو ایال کی
پریاں خرامِ ناز میں شاگرد چال کی
وہ حسنِ تن پہ ساز کا نقشہ براق کا

۹۴

دیکھیں تو لیں بلائیں سدا بال بال کی
غصّے میں جست شیر کی شوخی غزال کی
دُلدل کے ہاتھ پاؤں تو چہرہ بُراق کا

نازک مزاج دشمن اندام و تیز رو
اس کا نہ اک قدم نہ زغندیں ہرن کی تو
رفتار میں ہوا تھا اشارے میں برق تھا

۹۵

گردون سیر باد یہ پیما و برق دو
دو روز سے نہ کاہ ملی تھی اُسے نہ جَو
سرعت میں کچھ کمی تھی نہ چھل بل میں فرق تھا

صرصر سے تند، بو سے سُبک رو، ہوا سے تیز
طاؤس و کبک و شہپر و عقاب و ہما سے تیز
ذی جاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا

۹۶

چالاک فہم و فکر سے، ذہن رسا سے تیز
جانے میں اُڑ کے ہُدہُدِ شہرِ صبا سے تیز
رہوار کیا، ہوا پہ سلیماں کا تخت تھا

بیٹھا، جما، اُڑا، اِدھر آیا اُدھر گیا
تیروں سے اُڑ کے پرچھیوں میں بے خطر گیا
گھوڑوں کا تن بھی ٹاپ سے اُسکی نگار تھا

۹۷

چمکا، پھرا، جمال دکھایا، ٹھہر گیا
برہم کیا صفوں کو پروں سے گذر گیا
ضربت تھی نعل کی کہ سر وہی کا وار تھا

جب خوب لڑ چکا شہِ دیں کا سرورِ جاں
بدکار و بد سرشت و بدآئین و بدزباں
غرّہ تھا اپنے زور پہ خانہ خراب کو

۹۸

نکلا اُدھر سے جنگ کو اک شام کا جواں
سرہنگ و جنگ جو و سلح شور و پہلواں
رستم کو مانتا تھا نہ افراسیاب کو

افزوں تھا دیو سے بھی تن و توشِ نابکار
اسفندیارِ عصر و نمودار و نام دار
شورش مزاج میں تو ستم آب و گل میں تھا

۹۹

قوّت میں عمرو عنتر و مرحب کا یادگار
شیر آئے سامنے تو کرے تیر سے شکار
نے آنکھ میں حیا تھی نہ رحم اس کے دل میں تھا

www.emarsiya.com

بارِ گناہِ حاکمِ فاسق تھا خود سر	۱۰۰	تھی رو سیاہی پسرِ سعد کی سپر
ذی جوشنِ شقی کا جو تھا نا خلف پسر		پہنے تھا اس کی تن کی زرہ پر میں بد گہر
ظاہر کماں سے سرکشیٔ بد نہاد تھی		قبضے میں تیغِ بدعتِ ابنِ زیاد تھی
میداں میں یوں بڑھا رجز اس نے بشدّ و مد	۱۰۱	تھرائے قلبِ ہل گئی محراب کی لحد
گرما رہا تھا رخش کو وہ بانیٔ حسد		یاں سے بڑھا سرورِ دلِ ضیغمِ صمد
پڑھتے رجز عمامک عقبِ باد پا چلے		مرحب کے قتل کرنے کو شیرِ خدا چلے
وہ کفر تھا یہ دیں تھے، وہ ظلمت یہ نورِ رب	۱۰۲	یہ رشکِ آفتابِ درخشاں وہ تیرہ شب
وہ ننگِ روزگار تو یہ عزّتِ عرب		یہ خیر میں رسولؐ وہ شر میں ابو لہب
کاذب تھا وہ شقی یہ صداقت نشان تھے		وہ جسم کفر کا تھا یہ ایماں کی جان تھے
تازی کو تیز کر کے یہ غازی نے دی صدا	۱۰۳	اوخوں گرفتہ کچھ تجھے دعویٰ ہے گر تو آ
انساں کو اپنی آپ ستائش نہیں روا		قائل ہیں جس کے سب وہ ہمارا ہے مرتبا
ذی قدر ہیں سعید ہیں عالی جناب ہیں		ذرّے بھی جانتے ہیں کہ ہم آفتاب ہیں
یوسفؑ نہیں ہے وہ جو کرے دعویٔ جمال	۱۰۴	کب بدر نے کہا کہ میں ہوں صاحبِ کمال
پایا ہے آفتاب نے کیا اوج کیا جمال		کی سرکشی ادھر کہ اُدھر آ گیا زوال
شیطاں کو وصلِ نار کا، آدم کو نور کا		یہ عجز کا ثمر ہے، وہ پھل ہے غرور کا
ظالم کسی کے فخر کو ہم مانتے ہیں کب	۱۰۵	روشن ہے آفتاب سے اپنا حسب نسب
کس کا ہے جد شفیعِ اُمم سیّدِ عرب		ہم سے بزرگ کوئی نہیں غیرِ ذاتِ رب
جو دوست ہے خدا کا پسر اس ولی کے ہیں		کافی ہے بس یہ مخر کہ پوتے علیؑ کے ہیں
شامی بڑھا ادھر کو جو بھالا سنبھال کے	۱۰۶	صفدر نے دی صدا کہ ذرا دیکھ بھال کے
نیزے کی فرس کو جو کاوے یہ ڈال کے		رہوار شیر بن گیا آنکھیں نکال کے
سیماب ہو جو گرم تو پھر کیا قرار لے		نزدیک تھا شقی کو فرس سے اُتار لے
تیچھے بنا جھجک کے جو خونخوار کا سمند	۱۰۷	آگے بڑھا حسینؑ کا فرزندِ ارجمند
دونوں طرف نبرد میں نیزے ہوئے بلند		عقدے ہنر کے کھل گئے بندھنے لگے جو بند
لہراتے تھے ہوا سے پھریرے کھلے ہوئے		ڈر اژدھے تھے جنگ کے اوپر تلے ہوئے
گرد انڈ پر تھی ڈانڈ سناں پر تھی بھی سناں	۱۰۸	آنیوں سے اڑ رہے تھے شرارے کہ الاماں
ہر طعن تھی غضب کی تو آفت کی ہر سناں		طاقت کا جائزہ تھا شجاعت کا امتحاں
یہ بھی عرق میں وہ بھی پسینے میں غرق تھا		پر زور ضرب میں حق و باطل کا فرق تھا

www.emarsiya.com

کزار کی بندھی ہوئی چوٹیں تھیں سب اِدھر	۱۰۹	زخمی کبھی گلا تھا کبھی ہاتھ گاہ سر
ہشیار کر کے صید کو جھپٹا وہ شیر نر		نیزے سے کارِ تیغ لیا واہ رے ہنر
سر بر بھلا ہوئے ہیں سخی سے دَنی کہیں		بُودی کہیں تھی ڈانڈ کہیں تھی اَنی کہیں
گُرزِ گراں اُٹھا کے بڑھا وہ سیہ دُروں	۱۱۰	آنکھیں غضب سے سرخ ہوئیں مثلِ جام خوں
چلتا ہے کوئی سامنے اعجاز کے فنوں		ہر ضرب میں خفیف ہوا خود وہ ذو فنوں
تھا اِن کا ہاتھ فضلِ خدا سے علیؑ کا ہاتھ		بے زخم کھائے ہو گیا جھوٹا شقی کا ہاتھ
ظالم نے گرز پھینک کے قبضے میں لی کماں	۱۱۱	آیا شالِ پیلِ قوی ہیکل و دماں
چھوڑا شقی نے تیر سہ پہلو کہ الاماں		تھا سر پہ تیغ تول کے شہزادۂ جہاں
ضربت تھی یا کہ قہر خدائے قدیر تھا		گوشہ تھا نے کماں تھی نہ چلّا نہ تیر تھا
رُخ پھیر کر چلا تھا کہ غازی نے دی صدا	۱۱۲	او کج نہاد و سرکش و بد کیش و بے حیا
کیوں ہمگیں ہے کھینچ کے تلوار منہ پہ آ		میداں سے بھاگتا ہے یہ ہے تیسری خطا
تیغیں بچا کے جنگ و جدل پر تلے نہیں		ہم پر تو کچھ ابھی ترے جوہر کھلے نہیں
لی زرد رُو نے میان سے شمشیرِ برق دم	۱۱۳	دو بجلیاں چمک کے ہوئیں یک بہ یک علم
نکلے سیاہ ابر سے اُٹھے بہم		چالاکیاں دکھانے لگے اسپِ خوش قدم
دونوں طرف ہوئی نگ و دو کارزار میں		یہ گرد اڑی کہ چھپ گیا گردوں غبار میں
چوٹیں رستم کی چلنے لگیں اور غضب کے وار	۱۱۴	کس کس ہنر سے رد کئے اس بے ادب کے وار
اس شان سے شفق پہ چلے تشنہ لب کے وار		یاد آ گئے ہر اک کو امیرِ عرب کے وار
رُخ زرد تھا ہراس سے اس ہرزہ گرد کا		یاں ٹھاٹھ تھا علیؑ ولی کی نبرد کا
شوکت وہی شکوہ وہی اور وہی جلال	۱۱۵	تیور وہی حواس وہی اور وہی کمال
تیغ و سپر میں شیرِ الٰہی کی جاں ڈھال		دعویٰ نہ اس پہ کچھ نہ تکبّر نہ قیل و قال
نقشہ دکھا دیا غضبِ ذُلدل سوار کا		جب حرب کی تو نام لیا کردگار کا
ڈھالوں کے پُرزے ہو گئے پیہم رُکے جو وار	۱۱۶	بھرتا تھا اژدہے کی طرح دم سیاہ کار
دانتوں کو پیس پیس کے آتا تھا بار بار		لیکن نہ بڑھنے دیتا تھا حضرت کا یادگار
بڑھ بڑھ کے یوں وہ ہوتا تھا پیادہ دلیر سے		جس طرح زخمی صید دبکتا ہے شیر سے
لایا کلامِ سخت جو لب پر وہ بد زباں	۱۱۷	بس آ گیا جلال میں شہزادۂ جہاں
دستِ اجل بڑھا کہ اُٹھی تیغِ جانستاں		اُڑ کر گیا فرس پہ سمندِ سبک عناں
گھبرا کے خود اجل کے شکنجے میں آ گیا		عصفور شاہباز کے پنجے میں آ گیا

www.emarsiya.com

نے وہ تہمتنی تھی نہ وہ زور گیو کا ظالم شکار بن گیا گیہان خدیو کا نکلی بغل سے تیغ عجب کر و فر کے ساتھ	منھ پھر گیا طمانچۂ ضیغم سے دیو کا کافر وہ تھا تو ہاتھ بھی مارا جنیو کا اک ہاتھ تن کے ساتھ گرا ایک سر کے ساتھ
دیکھا جو باپ نے کہ پسر کو ہوئی ظفر سجدے سے سر اٹھا کے پکارے بہ چشم تر قابو میں دل نہیں ہے بہت بیقرار ہوں	بس جھک گئے زمیں پہ شہنشاہِ بحر و بر یارب لڑا ہے تیرے فاتے میں یہ پسر ہاں تیرے رحم و لطف کا امیدوار ہوں
بہتر نہیں ہے اس سے مرے پاس کوئی شے گذری بہار زیست کی آیا زمانِ دَے حرمت سے اس پسر کی شہادت حصول کر	مایا ہے تو یہ ہے جو بضاعت ہے تو یہ ہے اب کوئی دم میں عمر کا بھی مرحلہ ہے طے یارب فقیر کا ہے یہ ہدیہ قبول کر
مقبول جس طرح ہوئی قربانیٔ خلیلؑ دُنبہ وہاں بہشت سے لائے تھے جبرئیلؑ امت بھی بخشی جائے پسر بھی سعید ہو	اس طرح سرفراز ہو یہ بندۂ ذلیل میں اس کا ملتجی نہیں اے خالقِ جلیل مقبول ہو اگر یہ ذبیحہ تو عید ہو
مصروف تھا دُعا میں اُدھر فاطمہؑ کا لال بڑھ کر دغا کرے یہ کسی کی نہ تھی مجال سوکھے تھے ہونٹ رنگ بھی فاقوں سے زرد تھا	ڈوبا ہوا تھا فوجِ عدو میں وہ نونہال لاکھوں سے معرکہ تھا ہزاروں سے تھی جدال بازو تھکا ہوا تھا کلائی میں درد تھا
یہ دیر سے لڑے ہوئے وہ فوج تازہ دم ہاتھوں کا زور کم ہوا جاتا تھا دم بہ دم آنکھیں تو سرخ غیظ سے تیوری چڑھی ہوئی	فاقوں کا ضعف، پیاس کا صدمہ، پدر کا غم پرکھیت میں جمے ہوئے تھے شیر کے قدم طاقت گھٹی ہوئی تھی پہ ہمت بڑھی ہوئی
نکلا پرے سے ایک جفاکار و کینہ خواہ چلایا دیکھ کر طرفِ بارگاہِ شاہ اس نوجواں کے ہجر میں آخر نہ کل پڑی	تھا کید میں خلیفۂ شیطانِ رو سیاہ آفت ہے پالنے کی محبت بھی آہ آہ لو گھر سے بنتِ فاطمہ زہراؑ نکل پڑی
تھا عشق سے بھوپھی کے تو واقف وہ لالہ فام گردن پھرا کے جلد نظر کی سوئے خیام پرچھی کسی کی سینۂ انور پہ چل گئی	گھبرا گیا حسینؑ کا فرزندِ نیک نام منھ پھیرنا تھا آہ کہ تھا موت کا پیام دل اور جگر کو توڑ کے باہر نکل گئی
گھوڑے پہ ڈگمگانے لگا تھام کر جگر سب ہو گئے وہ دستِ بلوریں لہو میں تر جز بیکسی نہ تھا کوئی اس ماہ رو کے ساتھ	فرمایا آہ ہم کو دغا کی نہ تھی خبر رہوار سے لپٹ گئے ہرنے پہ رکھ کے سر ٹکڑے کبد کے زخم سے نکلے لہو کے ساتھ

www.emarsiya.com

لیتا تھا غش میں ہچکیاں وہ چودھویں کا ماہ بیٹھا گلے پہ تیر کہ حالت ہوئی تباہ	۱۲۷	جو گر زِ فرقِ پاک پہ مارا کسی نے آہ رہوار سے گرا پسرِ شاہِ دیں پناہ
بنتِ رسولؐ رونے کو منہ ڈھانپنے لگی		تڑپا وہ نوجواں کہ زمیں کانپنے لگی
سر کاٹ لو یہ غل جو لگے کرنے اشقیا اے نورِ عینِ فاطمہؑ اے سبطِ مصطفیٰؐ	۱۲۸	گردن سے تیر کھینچ کے بابا کو دی صدا اے بحرِ فیض اے قمرِ برجِ ہل اتیٰ
جلد آیئے غلام پہ احسان کیجیے		مشکل کو دم نکلنے کی آسان کیجیے
جس دم سنی حسینؑ نے یہ جانگزا صدا ہاتھوں سے دل کو تھام کے دوڑے برہنہ پا	۱۲۹	صابر اگرچہ تھے پہ کلیجہ اُلٹ گیا نعرہ کیا کہ اے علی اکبرؑ کروں میں کیا
مل کر غریب و بیکس و تنہا سے جایئو		آگے ضعیف باپ تو دنیا سے جایئو
ہے ہے مرے شفیق پسر مہرباں پسر مادر کا چین باپ کا آرامِ جاں پسر	۱۳۰	خوش رو پسر، سعید پسر، قدرداں پسر کم گو پسر، شہید پسر، نوجواں پسر
مقتل کدھر ہے کوئی بتاتا نہیں مجھے		اے نورِ عین مجھ نظر آتا نہیں مجھے
مجھ کو غریب دشتِ بلا کہہ کے پھر پکار اے شیر! سیدالشہداؑ کہہ کے پھر پکار	۱۳۱	اک بار یا شہ دوسرا کہہ کے پھر پکار صدقے ہو باپ یا ابتا کہہ کے پھر پکار
میری بھی جان تن سے تمہارے ساتھ جائے گی		مر جاؤں گا یہیں جو نہ آواز آئے گی
کچھ ہوش دست و پا کا نہیں بیحواس ہوں غمگیں ہوں مُردہ دل ہوں حزیں ہوں اُداس ہوں	۱۳۲	زخمی ہے قلب کشتۂ اندوہ و یاس ہوں دم توڑ دو تم تو ہے غضب اور میں نہ پاس ہوں
کیوں کر قرار آئے دلِ ناصبور کو		لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کے آنکھوں کے نور کو
ناگاہ آئی حضرتِ زہراؑ کی یہ صدا دم توڑتا ہے گود میں بیری یہ مہ لقا	۱۳۳	ہے ہے حسینؑ تیرے تڑپنے کے میں فدا جان اِس کی تجھ میں اٹکی ہے اے میرے دلربا
دیکھے یہ تم کو تم اسے اک بار دیکھ لو		آؤ پسر کا آخری دیدار دیکھ لو
چلائے سر کو پیٹ کے شبیرؑ نامدار جویا ہوں اُن کا میں اُنھیں میرا ہے انتظار	۱۳۴	اماں خدا کے واسطے اکبرؑ سے ہو خبردار کہہ دیجئے کہ آتا ہے بابا جگر فگار
عاشق کا حال دیکھ لیں کچھ بات کر کے جائیں		دنیا سے کوچ ہے تو ملاقات کر کے جائیں
دوڑے یہ بات کہہ کے جو سلطانِ بحر و بر اُٹھا یہ دل میں درد کہ خم ہو گئی کمر	۱۳۵	بیٹے کی لاش باپ نے دیکھی لہو میں تر دیکھا جو زخم منہ کے قریب آگیا جگر
تڑپے جو گر کے اور تڑپ کر ٹھہر گئے		غل پڑ گیا صفوں میں کہ شبیرؑ مر گئے

www.emarsiya.com

ہوش آیا تین ساعتِ کامل کے بعد جب آنسو بہا کے رکھ دئے بیٹے کے لب پہ لب دل سے گلے لپٹنے کی حسرت نکال دو	۱۳۶	دیکھا کہ مٹ رہی ہے شبیہ رسولِ رب چلاتے تھے کہ چھوڑ چلے ہم کو ہے غضب باہیں اٹھا کے باپ کے گردن میں ڈال دو
بابا سے کوئی بات تو اے مہ لقا کرو اٹھتی ہے گر زبان تو آنکھوں کو وا کرو دادی کے پاس چشمۂ کوثر پہ جاتے ہو	۱۳۷	غفلت کا وقت یہ نہیں ذکرِ خدا کرو صدقے پدر اشارے میں مطلب ادا کرو حوروں سے باتیں ہوتی ہیں جو مسکراتے ہو
اکبرؑ نے آنکھیں کھول دیں دیکھا رخِ پدر فرمایا شہ نے زانو پہ رکھ کر سرِ پسر ماں سے اٹھا کے آل پیمبر میں لے چلوں	۱۳۸	گالوں پہ اشک آنکھوں سے ٹپکے اِدھر اُدھر روتے ہو کس کے واسطے اے غیرتِ قمر غم ماں کا ہے تو آؤ تمھیں گھر میں لے چلوں
کی عرض مہلت اتنی کہاں ہے شہ اُمم دولت ملی کہ دیکھ لئے آپ کے قدم ساتھ آئے تھے جو چاہنے والے وہ دور ہیں	۱۳۹	اب کیجیے قبلہ رو کہ نکلتا ہے تن سے دم غیر از غمِ فراق مجھے کچھ نہیں ہے غم روتا ہوں اس لئے کہ اکیلے حضور ہیں
شہ نے کہا مرے لئے بیٹا نہ رو بس دنیا کی آرزو ہے نہ جینے کی کچھ ہوس اکبرؑ ترے الم سے جگر چاک چاک ہے	۱۴۰	ہوگا جہاں سے جانے میں تھوڑا سا پیچ و پس میرے لئے ہے اب دمِ خنجر ہر اک نفس جب تو نہ ہو تو باپ کے جینے پہ خاک ہے
بتلاؤ کس امید پہ یہ نیم جاں جیے دنیا میں جس کا تم سا نہ کڑیل جواں جیے پہلے نہ ہم گذر گئے شرمندگی یہ ہے	۱۴۱	افسوس شیر قتل ہوا در ناتواں جیے وہ باپ کس طرح جیے کہ مردہ ماں جیے ہم دونوں ایک ساتھ مریں زندگی یہ ہے
یہ بات سن کے لینے لگا ہچکیاں پسر زردی اجل کی چھا گئی چہرے پہ سر بہ سر دنیا سے انتقال ہوا نورِ عین کا	۱۴۲	سوکھی زباں دکھائی کہ پیاسا ہوں اے پدر دو بار لی کراہ کے کروٹ اِدھر اُدھر ہنگامِ ظہر تھا کہ لٹا گھر حسینؑ کا
نکلی اِدھر تو جسم سے اکبرؑ کی جانِ زار فضہ پکاری ڈیوڑھی سے بڑھ کر یہ ایکبار گھبرا کے شاہِ دیں نے اٹھائی پسر کی لاش	۱۴۳	یاں بیبیاں ہوئیں درِ خیمہ پہ بیقرار اکبرؑ یہ کیا گذر گئی اے شاہِ نامدار جلد آیئے کہ حضرتِ زینبؑ نکلتی ہیں
لائے قریبِ خیمہ جو اس یم برکی لاش زہراؑ کی بیٹیاں جو کھلے سر نکل پڑیں	۱۴۴	لپٹائے تھے کلیجے سے لختِ جگر کی لاش غل پڑ گیا کہ آتی ہے رشکِ قمر کی لاش سب بیبیاں خیام سے باہر نکل پڑیں

www.emarsiya.com

۱۴۵
سر ننگے شہ کے گرد تھیں سیدانیاں تمام — تھے بیچ میں شہید کا لاشہ لئے امام
بانو پکارتی تھی کہ یا شاہِ تشنہ کام — جیتا ہے یا جہاں سے گیا میرا لالہ فام
منکا ڈھلا ہے ہونٹوں پہ سوکھی زبان ہے — اے جانِ فاطمہؑ مرے بچے میں جان ہے

۱۴۶
زینبؑ تڑپ تڑپ کے یہ کہتی تھی بار بار — یہ لاش بیری گود میں دیجے بہن نثار
طاقت نہیں ہے آپ میں یا شاہِ نامدار — صدقے گئی لرزتا ہے فاقوں سے جسم زار
شہ کہتے تھے یہ کام ہے مجھ خستہ جان کا — تجھ سے بہن نہ اُٹھے گا لاشہ جوان کا

۱۴۷
لاشہ پسر کا خیمے میں لائے امامِ پاک — سندر رسولِ حقؐ کی بھائی پہ روئے خاک
شہ نے لٹا کے لاش جو کی آہِ دردناک — دل بیبیوں کے ہو گئے سینے میں چاک چاک
پہلے گماں تھا غش ہیں دغا کر کے آئے ہیں — آخر یقین سب کو ہوا مر کے آئے ہیں

۱۴۸
لاشے کے پاس ہائے پسر کہہ کے ماں گری — ہاتھوں سے دل پکڑ کے پھوپھی نیم جاں گری
دل پر ہر اک کے برقِ غمِ نوجواں گری — غش ہو کے بانو گری کوئی اور کوئی واں گری
چھوٹی بہن جو لاشے سے آکر لپٹ گئی — اک حشر ہو گیا صفِ ماتم اُلٹ گئی

۱۴۸
بس اے انیسؔ اب نہیں آگے بیاں کی تاب — لکھوں حرم کے بین تو ہوتی ہے اک کتاب
گر قدرداں میں کم تو نہ کر اتنا اضطراب — جلدی مدد کریں گے شہِ آسماں جناب
تو ذاکرِ حسینِ علیہ السّلام ہے — تیری اُنھیں کو فکر ہے جن کا غلام ہے

مُسدّس

کوئی ایسؑ کوئی آشنا نہیں رکھتے — کسی کی آس بغیر از خدا نہیں رکھتے
نہ رو رے بیٹوں کے غم میں حسینؑ واہ رے صبر — یہ داغ، ہوش بشر کے بجا نہیں رکھتے
کسی کو کیا ہو دلوں کی شکستگی کی خبر — کہ ٹوٹنے میں یہ شیشے صدا نہیں رکھتے
حسینؑ کہتے تھے سوئیں گے پاؤں پھیلا کر — سوائے قبر کوئی اور جا نہیں رکھتے
سوائے کوثر و تسنیم و خلد و باغِ بہشت — یہ اشک ہیں وہ گہر جو بہا نہیں رکھتے
یہ غل تھا دیکھ کے رُخسارۂ علی اکبرؑ — فلک پہ شمس و قمر یہ ضیا نہیں رکھتے

www.emarsiya.com

ابو تراب سے جو پیشوا کے پیرو ہیں — قدم بھی خاک پہ وہ بے رضا نہیں رکھتے
قناعت و گہر و آبرو و دولتِ دیں — ہم اپنے کیسۂ خالی میں کیا نہیں رکھتے
فشارِ قبر کا ڈر ہو تو اُن کو ہو جو لوگ — کفن میں صُرّۂ خاکِ شفا نہیں رکھتے
ہمیں تو دیتا ہے رازق بغیرِ منتِ خلق — وہی سوال کریں جو خُدا نہیں رکھتے
فقیر دوست جو ہو ہم کو سرفراز کرے — کچھ اور فرش بجز بوریا نہیں رکھتے

قطعہ

غمِ حسینؑ کے داغوں سے دل کو روشن — خبر لحد کے اندھیرے کی کیا نہیں رکھتے
مسافرِ شبِ اوّل بہت ہے تیرہ و تار — چراغِ قبر ابھی سے جلا نہیں رکھتے
وہ لوگ کون سے ہیں اے خدائے کون و مکاں — سخن کو کان سے جو آشنا نہیں رکھتے
خدا نے آیۂ تطہیر جن کو بھیجا تھا — وہ پردہ دار سروں پر ردا نہیں رکھتے
نہ لوٹو آل کو اعدا سے کہتی تھی فضہ — نبیؐ کی روح سے بھی تم حیا نہیں رکھتے
سکینہ کہتی تھی کیوں کر نہ دم گھٹے اماں — وہاں ہیں بند جو حجرے ہوا نہیں رکھتے
غشِ آیا راہ میں جس دم تو کہتے تھے سجادؑ — وہ درد ہیں جو اُمیدِ شفا نہیں رکھتے
تپِ دروں، غمِ فرقت، دمِ پیادہ روی — مرض تو اتنے ہیں اور کچھ دوا نہیں رکھتے
فلک پہ شور تھا کٹتا ہے حلقِ پاکِ رسولؐ — حسینؑ تیغ کے نیچے گلا نہیں رکھتے
جہازِ آلِ نبیؐ کیا بچے تباہی سے — تلاطم ایسا ہے اور ناخدا نہیں رکھتے
حسینؑ تیغوں کے آگے سے کس طرح ہٹتے — بڑھا کے پیچھے قدم پیشوا نہیں رکھتے
کھلے اصغرِ معصوم و تیر واویلا — یہ ظلم وہ ہیں کہ جو انتہا نہیں رکھتے
شہادتِ پسرِ فاطمہؑ کا ہے یہ الم — کہ تاب ضبط رسولِ خدا نہیں رکھتے
فقط حسینؑ پہ یہ تفرقہ پڑا ورنہ — کسی کی لاش کو سر سے جدا نہیں رکھتے

انیسؔ بیچ کے جان اپنی ہند سے نکلو — جو تو شۂ سفرِ کربلا نہیں رکھتے